Vol.5 No.2 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

راشد کی شاعری میں آگ کا استعارہ

Majid Mushtaq

Lecturer, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

Ali Raza

M.Phil Scholar, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

Muhammad Asif

M.Phil Scholar, Department of Urdu,

Govt. College University, Faisalabad.

Abstract:

In the history of urdu poetry Nazar Muhammad Rashid (Noon-Meem-Rashid) cannot be forgotton for his contribution. He was among those poets which promoted free verse (Azad Nazm). He has great sense of poetic horizon. In his poetry, he has a great deal of metaphor structure. This article throw light on the metaphor usage in the poems of Rashid; especially Fire (Aag) as a metaphor for different phrases. This article will help the students of literature to understand Rashid's poetry.

اردو کے عظیم شاعر۔اصل نام نذر محمد راشد 1910 میں ضلع گوجرانوالا کے قصبے اکال گڑھ موجودہ علی پور چٹھہ میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اسی گاؤں سے حاص کی۔ گورنمنٹ کالج لائل پور سے ایف اے، گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے کے ساتھ ایم۔اے تک تعلیم حاصل کی۔سے تعلیم حاصل کی۔ابتدا میں وہ علامہ مشرقی کی خاکسار تحریک سے بہت متاثر رہے اور باقاعدہ وردی پہن کر اور بیلچہ ہاتھ میں لیے مارچ کیا کرتے تھے۔

ن م راشد کے چار شعری مجموعے: ماورا(1942)،ایران میں اجنبی(1955)،لا=انسان(1969)اور گماں کا ممکن(1977) شائع ہوئے۔ایران میں قیام کے دوران انھوں نے 80 جدید فارسی شعرا کے کلام کا ترجمہ "جدید فارسی شاعر" کے نام سے مرتب کیا۔ان کے متعدد تنقیدی مضامین مختلف رسائل میں شائع ہوئے جن کو کتابی شکل نہیں ملی ہے۔فیض نے ''نقش فریادی'' کا دیباچہ راشد سے ہی لکھوایا تھا حالاں کہ راشد کبھی ترقی پسند تحریک سے وابستہ نہیں رہے۔وہ حلقہ ارباب ذوق سے تعلق رکھتے تھے۔

ہر شاعر اپنے دور کی نمایندگی کرتا ہے۔راشد کا شمار ان شعراء میں میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنے منفرد انداز و بیان کی بدولت اپنا نام کمایا۔راشد اپنے دور کا اور بعد میں آنے والوں کا شاعر ہے۔آزاد نظم کا بانی راشد کو کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا،راشد کے ہاں بغاوت بھی پائی جاتی ہے۔حالات اور مجبوریوں کے ساتھ راشد کو سمجھوتہ کرنا راشد کا شیوہ نہ تھا آپ مزاحمت کرنے والوں میں سے تھے۔

راشد کا شمار اردو نظم کے حوالے سے اپنی جداگانہ اہمیت رکھتا ہے۔راشد کے ہاں مختلف نوعیت کے استعاروں اور علامتوں کا ستعمال ملتا ہے۔ جس میں ''سبا اور سلیمان'' کا تعلق تاریخ سے ہۓ۔اسی ترح ''نمرود'' اور ''سومنات'' کا تعلق تاریخ سے ہے ''دیو''، ''آئینہ'' اور ''سمندر'' اساطیری علامتیں ہیں۔ ''دیوار ظلم'' اور ''دیوار رنگ''،مشرق اور مغرب کے تہذیبی، سماجی اور سیاسی فرق کے تصورات کی علامت میں ''آگ'' اور ''ریگ'' کا تعلق تہذہب سے ہے۔

راشد کے ہاں آگ کا استعارہ بہت غالب نظر آتا ہے آگ سے مختلف معنی لیتے ہیں نئی سے نئی بات بناتے ہیں اور نۓ مفہوم و معنی بنانے کی وشش کرتے اور کامیاب بھی نظر آتے ہیں لفظ آگ کا استعمال اس قدر عمدگی سے کرتتے ہیں۔راشد نے اس لفظ سے مختلف وعیت کا کام لیا ہے۔راشد لفظ آگ سے سے متعدد معنی ی نکالنے کی کوشش کی ہے آزاد نظم کا بادشاہ راشد ہی ہے جس نے آگ سے اس درجہ محبت کی تھی کہ ان کی محبت لندن کے سوزمرکز میں آتش کی نظر ہو کر رہ گئے

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

(Crematorium)۔ تبسم کاشمیری لکھتے ہیں:

"شیلا کے قول کے مطابق دو بار انہوں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا۔پہلی بار جب شیلا کے والد مسٹر انجلینی کاانتقال ہوا۔راشد بھی میت کے ساتھ اسی ساؤتھ لندن کریمٹیوریم میں گئے تھے اور جب لاش تہ خانے کی بھٹی میں جلنے کے لیے چلی گئی اور سب لوگ ہال سے باہر نکل کر لان کے پاس کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے تویکا یک پتا چلا کہ راشد صاحب لاپتہ ہیں۔کوئی دس پندرہ منٹ کے بعد آئے۔معلوم ہوا کہ تختہ سرکنے اور لاش کے ریکا یک غائب ہونے کا کچھ ایسا اثر حضرت پر ہوا کہ سرکنے لگانے اور چھان کرنے کےلیے عمارت کے عقب میں چلے گئے،دیکھا اور راستے بھر اس تجربے کا ذکر کرتے رہے اور کہتے رہے " میں بھی ایسی ہی صاف موت چاہتا ہوں۔۔۔۔پھر شیلا نے بتایا کہ دوسری باراس خواہش کا ذکر انہوں نے مرنے سے دو مہینے پہلے کیا تھا۔جب کھانے کی میز پر دونوں وصیت پر گفتگو کر رہے تھے، یہ ہونا چاہتا ہوں۔"(۱)

یہ دنی عناصر اربعہ پر مشتمل ہے۔ یہ نظریہ یونانیوں نے دیا۔اس کے معتقدین میں سب میں سے نمایاں یونانی فلسفی ایپڈ کولس (490تا430 قبل مسیح) سسلی کا رہائشی ایپڈ کولس (490تا430 قبل مسیح) تھا۔اس نے بھی اپنی توجہ کائنات کے اصل عنصر کی تلاش پر مرکوز رکھی ۔لیکن اصل اور بنیادی عنصر کا چناؤ بہت مشکل معلوم ہوا۔اس لئے اس نے ایک درمیانی راستہ چنا جائے۔

کیا لازم ہے کہ کائنات کی اصل صرف ایک واحد عنصر ہی کیوں ہے؟ کیوں نہ ان کی تعداد ایک سے زیادہ ہو۔اس نے کائنات کی اصل اور بنیادی عناصر کو چار قرار دیا۔ان میں ہرات کی ''آگ''،اینگزیمس کا عنصر ''ہوا''، تھیلس کا عنصر '' پانی''اور چوتھا عنصر اس کا اپنا تجویز کردہ عنصر ''مٹی'' تھا۔ تبسم کاشمیری راشد کے ''آگ'' کے استعارے پر رقم طراز ہیں:

"راشد آگ کے معنوں کو متعدد معنوں میں لیتے ہیں ایک لفظ آگ ہے جس سے وہ مختلف معنی لیتے ہیں۔ کہیں بھی اس کا یکساں استعمال نظر نہیں ،لتاہے۔ راشد کے ہاں آگ کے استعراے کی یہی خوبی ہے کہ راشد ہاں آگ بیک وقت مختلف معنوں میں اپنی پہچان کرواتی ہے۔"(۲)

راشد نے ''آگ'' کے لیے آگ کے مترادفات استعمال کیے ہیں جن میں آگ، حرارت، شمع، کوئلے، گرمانہ، قندیل، مشعل جاں، کر، دھواں شعلہ، شرارہ، جلنا، سلگنا، دہکنا، گرمانہ، چنگاری، نئی آگ، آتشیں، بھڑت، آنچ، تپاک،،ایندھن جیسے لفظ نے اپنی نظموں میں استعمال کیے ہیں ہر لفظ اپنی منفرد معنویت کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے یہ راشد کا ہین کمال ہے کہ راشد نے ان لفظوں کا سہارا لے معنوی حرارت پیرا کرنے کی بھرپور کشش کی ہے اور کامیاب ہوئے۔

نظم ''میں اسے واقفِ الفت نہ کروں گا''جوان کے مجموعہ ماورا سے لی گئی ہے۔اس نظم محبت کے لطیف جذبات کا اظہار ملتا ہے۔راشد نے اس نظم میں آگ سے مراد محبت کو لیا ہے،ایام محبت میں دل یں جو جذبات جمع ہوتے ہیں وہ آگ سے کم نہیں۔ایک عاشق کے دل میں جو محبوب کی محبت میں جو تڑپ ہوتی وہی راشد نے اپنےین اس نظم میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔یہ ایک رومانوہ نظم ہے جس میں راش کا کہنا ہے کہ میرا محبوب معصوم ہے میں اس سے محبت کا اظہار اس لیے نہیں کروں کیوں کہ محبت ''آگ'' کی مانند ہے اور میرا محبوب معصوم ہے گر میں نے اس سے اپنے دہل کی بات کردی تو وہ اس کی تاب نہ لاپائے گی اس کی معصومیت کا ڈر راشد کے دم میں میں ہے۔اصل میں راشد بتانا چاہتے ہیں کہ محبت آگ ہے جو اس میں پڑے گا وہ آگ میں اپنے آپ کو ڈالے گا راشد اسی لیے اپنے محبوب کو اظہار محبت سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔اس حوالے سے چند مصرے دیکھیے:

سوچتا ہوں کہ جلادے گی محبت اس کو
وہ محبت کی بھلا تاب کہاں لائے گی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.2 2022

خود تو وہ آتشِ جذبات میں جل جائے گی
اور دنیا کو اس اجنام پہ تڑپائے گی
سوچتا ہوں بہت سادہ و معصوم ہے وہ
میں اسے واقفِ الفت نہ کروں (۳)

نظم "گناہ اور محبت" میں راشد آگ کے لیے لفظ ''شعلہ''، ''بھڑک'' کا استعمال کرتے ہیں۔ راشد اس نظم میں ''گناہ'' اور ''محبت'' کو بیان کرتے ہیں۔ انسان عہد شباب میں گناہوں میں پڑ جاتا ہے اور برائیاں کر بیٹھتا ہے۔ انسان سے نو عمری ایسے کلام سرزد ہو جاتے ہیں جو گناہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ ایام بلوغیت خون جوش مارتا ہے اور انسان بد فعلی میں پڑ جاتا ہے مگر اس کے برعکس محبت انسان کو ان برائیوں سے دور کر دیتی ہے۔ راشد اس نظم میں کہتے ہیں کہ مجھ سے جوانی کے دنوں میں بے شمار گناہ ہوئے مگر محبت نے مجھے بچا ل لیا۔ جہاں محبت نے اپنا گھر لیا تو وہاں سے گاہوں کا سلسلہ ختم ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ راشد کا بھی یہی فلسفہ ہے وہ محبت کے ختم ہونے اور برائیوں سے بچنے کے پیچھے محبت کو قرار دیتے ہیں۔ راشد کہتے ہیں کہ مجھے جہنم کی آگ سے اس محبت نے بچا لیا ورنہ میں گناہوں کین پاداش میں جہنم چلا جاتا مگر محبت نے مجھے بچا لیا۔ نظم میں سے حوالہ دیکھیے:

گناہوں کے تند و تیز شعلوں سے روح میری بھڑک رہی تھی
ہوس کی سنسان وادیوں میں مری جوانی بھٹک رہی تھی
مجھے محبت نے معصیت کے جہنموں سے بچا لیا ہے (۴)

راشد اپنی ایک نظم ''مری محبت جواں رہے گی'' میں کہتے ہیں کہ محبوب کے ساتھ جو مجھے الفت ہے وہ ہمیشہ رہے گی۔ وہ کبھی بھی سرد نہ ہو گی۔ راشد نے اس نظم میں ''آگ'' کا لفظ عشق کے لیے استعمال کیا ہے۔ جب دل میں عشق و محبت کے جذبات بھر جاتے ہیں تو وہ آگ کی مانند ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ جس طرح آگ سے انسان جلتا ہے اس کی تپش برقرار رہتی ہے اسی طرح محبت کی آگ کی تاثیر، تپش قائم و دائم رہتی ہے۔ عشق آگ ایسی آگ ایسی آگ ہوتی ہے جو کبھی بھی اپنی تاثیر میں کمی نہیں لاتی بلکہ دن بہ دن اس میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ راشد بھی اسی طرح اپنی بات کو اس نظم میں بیان کرتے ہیں۔ کہ محبوب کے ساتھ اس کی وشق و محبت کے سلسلے میں کبھی کمی نہیں آئے گی۔ جیسے آگ کی تپش اور تاسیر رہتی اسی صرت میں راشد کی محبت اپنے محبوب کے لیے رہے گی۔

مثال خورشید و ماہ و انجم مری محبت جوان رہے گی
عروس فطرت کے حسنِ شاداب کی طرح جاوِداں رہے گی
شعاعِ امید بن ہر وقت روح پر ضوفشاں رہے گی
شگفتہ و شادماں کرے گیہ، شگفتہ و شادماں رہے گی
مری محبت جواں رہے گی (۵)

راشد کی نظم ''عہد وفا'' محبت کے جذبات کی عکاسی کرتی ہے۔ اس نظم میں راشد نے محبوب کو اس بات کی یقین دہانی کرانے کی کوشش کی ہے کی اس کی محبت ہمیشہ رہے گی۔ وہ اپنی محبت کا یقیں دلاتے ہیں کہ میری محبت، افا ہمیشہ کے لیے ہے۔ میرا وعدہ وافا ہو گا یہ نہیں محض چند دن کی محبت ہے بلکہ میری محبت تماہرے لیے سدا رہے گی۔ راشد اس نظم میں محبوب کو اس بات کی طرف لاتے ہیں کی اس کی محبت محض چند لمحوں یا کچھ دنوں کی نہیں ہے بلکہ یہ یہ جب تک سانس ہے تب تک کی ہے، محبوب کو ایسا لگتا ہے کہ وشق اپنی باتوں قول و قرار سے فرار لے لے گا۔ دل کو لبھانے والی باتیں کے عاشق وقت آنے پر اس سے علیحد گی اختیار کر لے گا مگر محبوب کو عاشق کے دل میں جلنے والی آگ کی خبر نہیں کہ وہ آگ سدا رہے گی۔ یہ آگ جلتی رہے گی اس کی تاثیر کم نہ ہو گی، راشد نے ''شمع''، ''سائے'' جیسے لفظ آگ کے لیے استعمال کیے ہیں۔

تو میرے عشق سے مایوس نہ ہو
کہ مرا عہد وافا ہے ابدی

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

شمع جلتی ہے تو سائے کو بھی حاصل ہے دوام
سائے کا عہد وفا ہے ابدی
تو مری شمع ہے میں سایہ ترا (۶)

نظم ''دریچے کے قریب'' میں راشد نے ''مشعلیں''، ''قندیل''، ''شعلہ'' جیسے لفظ آگ کے لیے استعمال کیے ہیں۔اس نظم میں راشد نے پسے ہوئے طبقے کی بات کی ہے۔جو نظامِ بد کے خلاف اپنی آوازوں کو بلند کرنا چاہتے ہیں۔ان کے لدوں میں آزادی کے ب لیے جذبات ہیں مگر وہ چاہ کر بھی کچھ کر نہیں پاتے،اس کی بڑی وجہ کہ ان کے پاس وہ ہمت، طاقت و حوصلہ نہیں جو انھیں کامیابی طرف گامزن کر سکے اس عمل میں وہ کثیف کوشش وں میں محو ہیں مگر مکمل طور پر کامیاب نہیں ہو پاتے۔کسی بھی منزل کو حاصل کلرنے کے لیے محنت کے ساتھ ہمت حوصلہ درکار ہوتا ہے۔راشد یہ بیاں کرتے ہیں کہ لوگ گھروں سے مشعیں لے کر نکلتے ہیں مگر اس طریقہ سے نہ واقف ہیں جو ایک قائدِاعظم کر سکتا ہے۔دریچے کے قریبی شہر زوال کا شکار ہے۔سیاسی اور سماجی زوال کا شکار یہ شہر ہے۔بے سمتی اور حال و مستقبل کی راشنی کے بنا زندہ ہے۔

راشد اس نظم میں آگ کے استعارے کے ذیعے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس شہر خراب کے لوگوں کے دلوں میں آگ تو ہے مگر مکمل طور پر بھڑک نہیں رہی کہیں ننھی سی ٹمٹاتی ہوئی روشنی ہے، کہیں مشعلیں ہیں کہیں ننھے سے چراغ ہیں راشنی ہے مگر اراشنی کو الاؤ کی صورت اختیار کرنا کرنا ہوگی تبھی لوگ آزاد زندگی جی سکتے ہیں۔لوگ شام کے وقت گھروں سے، بیابانوں مشعلیں لے کر نکلتے ہیں۔ان میں ہر شخص کے سینے روشنی ٹمٹمارہی ہے۔مگر خودی کی قندیل الاؤ نہیں بن رہی، ٹمٹما نہیں رہی طاقت و توانائی کا رخ نہیں اختیار کر رہی۔لوگ چپ چاپ ظلم سہے جاتے ہیں زبانوں پر تالے ہیں۔

مشعلیں لے کر سرِ شام نکل آتے ہیں،
ان میں ہر شخص کے سینے کے کسی گوشے میں
ایک دلہن سیبنی بیٹھی ہے
ٹمٹماتی ہوئی ننھی سی خودی کی قندیل (۷)

نظم ''دل مرے صحرا نورد پیر دل''اس نظم میں راشد نے انقلابی تصور پیش کیا ہے۔آگ انسان کے اندر انقلاب کو برپا کرنے کی کوسس کرتی ہے۔انسان کے اندر آزادے کی آگ۔تبدیلی کا خیال آتا ہے۔اسی جذبے کا نام آگ ہے جو راشد نے اپنی نظموں میں لانے کی کوشش کی ہے۔راشد ظلم و ستم کے خلاف بغاوت کرنے والوں میں سے ہیں آپ کی نظمیں اس بات کی گواہ ہیں۔راشد کی یہ نظم آزادی کی طرف لے جاتی ہے۔دل میں دلشادی کا نام بھی راشد لیتے ہیں۔اس نظم میں الاؤ، مشعل، شعلوں جیسے لفظ راشد نے استعال کیے ہیں۔راشد کہیں آگ کو آزای کے لیے استعال کرتے ہیں تو کہیں دلشادی کے لیے استعمال کرتے اور اس کے ساتھ آگ کو راشد نے عشاق کے دلوں کو گرمانے کے لیے بھی مفہوم نکالا ہے۔

آگ آزادی کا، دلشادی کا نام
آگ پیدائش کا، افزائش کا نام
آگ زینہ، آگ رنگوں کا خزینہ
آگ ان لذات کا سرچشمہ ہے
جس سے لیتا ہے غذا عشاق کے دل کا تپاک (۸)

راشد نے اس نظم ''دل مرے صحرا نورد پیر دل'' میں آگ اور صحرا کے قدیم رشتے کو خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہیں۔اس حوالے سے تبسم کاشمیری اس حوالے سے یوں رقم طراز ہیں:

''صحرائی تہذیب سے دلچسپی راشد کے تہذیبی لاشعور کے نہاں خانوں سے برآمد ہوتی ہے۔''(۹)

نظم ''اظہار اور رسائی''، عشق و محبت کے مضمون پر ہے۔اس نظم میں راشد نے دل میں عشق کی جو آگ جمع ہے اس کے بارے میں بات کی ہے کہ وہ اب دل میں

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

نہیں رہ پار ہی دل ہے کہ اس کا اظہار کر دیا جائے۔ عشق کی آگ کو اب دل میں رکھا نہیں جاتا ان وقت آن پہنچا کہ محبوب کو بتا دیا، اظہار کر لی جائے۔ کئی جگہ پر راشد اپنی محبت کو محبوب سے چھپانا چاہتے ہیں کی محبوب معصوم ہے اسے بتانا مناسب نہیں، مگر اب راشد اپنے دل میں یہ بات اور رکھ نہیں سکتا بتانا چاہتا ہت۔

عشق کی آگ انسان کو جلا کر راکھ کر دیتے ہے۔ راشد کے دل میں بھی عشق نے وہ الاؤ جلا دیا کی راشد اب اس کی تاب نہیں لا رہے اور اپنے دہل سے بات اظہار کی صورت میں محبوب سے کرنا چاہتے ہیں، تپش اس قدر بڑھ چکی کی اب رکنا محال ہے، سو محبوب کو بتانا لازم ہے اس سے کس قدر عشق ہے۔ اسی صورت میں دل میں جو آگ ہے اس کی شدت میں کمی ہو سکتی ہے اس کی کوئی دوسری صورت نہیں۔ دل اب آگ کا تنور بن گیا ہے جس میں آگ مسلسل بڑھتی چلی جا رہی ہے، راشد کہتے ہیں کہ میں مجبور ہوں اس تپش سے، وگرنہ میں کبھی بھی اپنے محبوب سے اظہار محبت نہ کرتا۔

ایک ذرہ کفِ خاجستر کا
شررِ جستہ کی مانند کبھی
کسی انجانی تمنا کی خلش سے مسرور
اپنے سینے کے دہکتے ہوئے تنور کی لو سے مجبور (۱۰)

راشد کی نظم ''ہم کہ عشاق نہیں'' میں ''آگ'' اور ''صحرا'' کو بیان کرتے ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اردو شاعری میں آگ اور صحرا کے موضوع کو بہت بے ان کیا گیا ہے۔ ہر شاعر کے ہاں صحرا کا تذکرہ ملتا ہے۔ راشد نے بھی آگ اور صحرا کو موضوع بنایا ہے۔ صحرا تنہائی، خوف، وحشت، جیسے استعاروں کا مجموعہ ہے۔ صحرا میں سوکھے ہوئے درخت، مٹے ہوئے نسانات، دور دور تک کوئی نام و نشاں نہیں مگر دوسری طرف آگ سے شاخوں کو، سبزہ کو جلا کے لیے آگ کا نام آتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسی جلا سے راستے دکھائی بھی دیتے ہیں۔

آگ کے لحہ آزاد کی لذت کا بیاں
اس سے بڑھ کر ہنگام طرب ناک نہیں
کیسے اس دشت کے سوکھے ہوئے اشجار جھلک اٹھے ہیں
کیسے راہگیروں کے مٹتے ہوئے آثار جھلک اٹھے ہیں (۱۱)

راشد کی نظم ''شہر وجود مزار'' میں معشد کی درسگاہ کی بات کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مزار کو علامتی طور بھ راشد نے پیش کیا ہے، مزار استعارہ ہے ایسی جگہ کا جہاں سے لوگوں کو ذہنوں کا جلا ملتی اور لوگ اپنے آپ کو بہتر کرتے ہیں۔ راشد اس نظم میں مزار کی حقیقت کو بیان کر رہے ہیں کہ لوگ مزار کو محض اپنی ذاتی خواہشات کو بیان کرنے کی جگہ سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی اور مقصد کے تحت لوگ مزاروں کا رخ نہیں کرتے۔ راشد نے اس تلخ حقیقت کو اپنی اس نظم میں بیان کیا ہے۔

مزار محض پتھر کی سل نہیں کہ اس کے اندر مردہ دفن ہے بلکہ یہ تو جگہ ہے ایسے شخص کی جس نے زندگی کو خدا کی منشا کے لیے جیا اور اللہ کی خوشنودی کے لیے زندگی بسر کی۔ مگر ہم نے بھلا دیا ان مزار کا اصل پیگام، بھول گئے اصل کو کہ یہ مزار تو ولی کی درس گاہ ہیں جہاں سے ولی کی طرف سے خدا رسول کے پیغام کی تشریح ملتی ہے۔ ہم نے اپنی جبینوں کو صرف اپنی ذاتی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے جکایا، ہم راہ سے بھٹک گئے

یہ مزار
سجدہ گزار جس پہ رہے ہیں ہم
یہ مزار تار۔۔۔ خبر نہیں
کسی صبحِ نو کا جلال ہے (۱۲)

نظم ''سالگرہ کی رات'' میں راشد نے شہداء کے بارے میں بات کی ہے۔ وہ اللہ کی رضا کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور اپنے آپ کو خدا کے ہاں لامیاب پاتے ہیں قرآن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

’’وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ‘‘(۱۳)

(اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمھیں خبر نہیں)

آگ کے اندر قوت ہے جہاں جلے وہاں سے جگہ صاف کر دیتی ہے آگ نام حرکت کا ہے۔ماؤں کے لاج دلارے اپنے جانیں دیتے ہیں اپنوں سے جدائی کی آگ بہت ستاتی ہے یہی یاد دل میں آگ کا کام دہتی ہے۔اور دل کو جلاتی چلے جاتی ہے اپنوں دور انسان کے مزاج کو خستہ بنا دہتی ہے۔اس دنیا سے جانے والے ہمیشہ ہمارے دلوں میں ہوتے ہیں۔اور انتظار رہتا کہ جانے کس لمحے لوٹ آئیں وہ۔وہ لوگ جو خدا کی راہ میں شہد ہوں یا وطن کی سربلندی کے لیے جان دیتے ہیں تو ایسے لوگوں کی رہ رہ کر آتی ہے۔

راشد نے اپنی اس نظم شہداء میں کی جدائی کا احوال بیاں کیا ہے۔کہ جانے وہ کب لوٹ آئیں،ہمیں اپنے کواڑ کھلے رکھنے چاہیے۔

آج دروازر کھلے رہنے دو
یاد کی آگ دہک اٹھی ہے
شاید اس رات ہمارے شہداء آجائیں
آج دروازے کھلے رہنے دو(۱۴)

راشد کی نظم ’’نیا آدمی‘‘ میں راشد نے نئی آگ کا لفظ کا استعمال کیا گیا ہے۔نئے آدمی کی علامت راشد نے استعمال کی ہے۔نیا آدمی کیا ہے؟پرانا آدمی کیا ہے؟راشد نے ماورا سے لر کر گماں کا ممکن "تل اتے ہوئے راشد نے نئے آدمی کے لیے کام کیا۔راشد باغی مجبوریوں،لاچاریوں جیسے تصورات سے،راشد انسان کے اندر ایسا جذبہ بھرنا چاہتے ہیں جسے اسے اصل انسان تک لے جائے،جس کے دل میں انسانیت ہو،بھلائی کا جذبی اس کے دل میں ہو۔مورا میں راشد نے ایسے انسان کی تلاش شرع کی جو متحرک ہو،اپنے اندر وسعت رکھنے والا شخص ہو۔ان کی سوچ انسان کو بہترین سانچےمی ڈھالنے کے لیے ہے۔وہ اپنی سوچ،رنگ،نسل ہر قسم کے تعصب سے پاک تھے۔آفتاب احمد لکھتے ہیں:

> ’’ماورا میں راشد نے ایسے فرد کو پیش کیا تھا جو صرف دو دنیاؤں میں معلق تھا بلکہ جس کے مسائل زیادہ تر اپنے وطن کی ایک مخصوص صورت حال ہی کی پیداوار تھے۔ایران میں اجنبی تک آتے آتے وہن ایک فرد کو سامنے لائے ہیں۔لا =انسان تک آتے آتے راز دکا مرکزی کردار وہ انسان قرار پایا جو "مورا" اور "ایران میں اجنبی" کے اندر موجود تھا لیکن جذبات کی دھند اور مسائل کی گرد نے جس کے خدوخال کو پوری طرح نمایاں ہونے کی اجازت نہ دہ تھی۔‘‘(۱۵)

راشد نئے آدمی میں مثبت تبدیلی چاہتے ہیں کہ وہ متحرک ہو جائے۔ایسا نیا آدمی جو حالات ک خلاف جنگ کرے نہ کی ہاتھ پر ہاتھ دھرے باٹھ جائے راشد کی نظم ’’نیا آدمی‘‘ اسی بات کی تشریح ہے۔آزادی کا جذبی اپنے اندر پیدا کرے۔یہی راشد کے ہاں نئے اور بہترین شخص کی پہچان ہے۔

نئی آگ،دل
دل ناتواں کی نئی آگ سب کا سرور
نئی آگ سب سے مقدس ہمیں(۱۶)

راشد کے کلام میں آگ کا استعارہ نمایاں نظر آتا ہے۔جس میں نے آگ کے استعارے کا سہارا لے کے انسان کی اصلیت کو بیان کیا ہے۔آزاد نظم نگاروں میں راشد واحد جنھوں نے آگ کے استعارے کو سب سے زیادہ استعمال کیا اور مفہوم و معنی کا وسیع میدان چھوڑا ہے۔

حوالہ جات

1۔ تبسم کاشمیری،ڈاکٹر،لا =انسان راشد،اسلام آباد:پورب اکادمی،2016ء،ص:115
2۔ ایضاً،ص:222
3۔ ن۔م۔راشد،کلیاتِ راشد،لاہور:مورا پبلشرز،س ن،ص:278

Vol.5 No.2 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

4۔ ایضاً،ص:280
5۔۔ ایضاً،ص:221
6۔ ایضاً،ص:215
7۔ ایضاً،ص:201
8۔ ایضاً،ص:117
9۔ تبسم کاشمیری،ڈاکٹر،لا =انسان راشد،ص:140
10۔ ایضاً،ص:110
11۔ ایضاً،ص:340
12۔ ایضاً،ص:311
13۔ القرآن الکریم،پارہ نمبر2،سورہ نمبر2،آیت نمبر153
14۔ ایضاً،ص:322
15۔ آفتاب احمد،ن۔م۔راشد،شاعر اور شخص،لاہور:ماورا پبلشرز،1979ء،ص:128
16۔ ایضاً،ص:221